R. NO. 218/57
REGD. NO. L. 922

انجمن ترقی اردو (ہند) کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

فون نمبر ۲۹
سالانہ قیمت ۵ روپے
فی کاپی ۱۵ پیسے

تاریخ اشاعت
[illegible]

جلد ۲۸، شمارہ ۳۰ | ایڈیٹر آل احمد سرور | ۸ / اگست ۱۹۶۹ء

آل احمد سرور

ساہتیہ اکاڈمی کا سمینار

(ان زبانوں کے مسائل پر جو کسی ریاست میں سرکاری زبان نہیں ہیں)

ساہتیہ اکاڈمی کی طرف سے تین اور چار اگست کو ان زبانوں کے مسائل پر غور کرنے کے لئے ایک سیمینار ہوا، جو کسی ریاست کی سرکاری زبان نہیں ہیں۔ اس سیمینار میں سنسکرت، اردو، سندھی اور انگلش کے مسائل پر بحث ہوئی۔

سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے صدر اکاڈمی ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی نے تمام زبانوں کے ساتھ انصاف کرنے پر زور دیا۔ انھوں نے کہا کہ چونکہ ساہتیہ اکاڈمی تمام ہندوستانی ادبیات کا فروغ چاہتی ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ تمام ہندوستانی زبانوں کے مسائل کو بھی ذہن میں رکھے، خصوصاً اُن زبانوں کے حقوق کا تحفظ کرانے کی فضا پیدا کرے، جن کے ساتھ کسی وجہ سے تغافل برتا گیا ہے۔

سب سے پہلے ڈاکٹر وبھیشور جیک نے سنسکرت، اردو اور سندھی کے سلسلے میں اعداد و شمار کی مدد سے بعض حقائق پیش کئے۔ اس کے بعد اڑیسہ میں سنسکرت کی تعلیم پر پروفیسر کے۔ بی۔ داش نے ایک معلوماتی مضمون پڑھا۔ وی۔ ڈی۔ گھیٹے نے ہماری قومی زندگی میں سنسکرت کے عنوان سے اپنے خیالات پیش کئے۔ پروفیسر راگھون، پروفیسر دیش پانڈے، ڈاکٹر ٹھکر اور دوسرے حضرات نے بحث میں حصہ لیا۔ بحث کے بعد پروفیسر راگھون نے سیمینار کی طرف سے سنسکرت کی تعلیم کے متعلق کچھ سفارشات پیش کیں۔

سہ پہر کے اجلاس میں پروفیسر مجیب نے اردو کے متعلق ایک تقریر کی۔ انھوں نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ اردو بولنے والے اردو کے لئے خود کم کام کرتے ہیں دوسروں سے زیادہ توقع رکھتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اگر اسکولوں میں اردو کی تعلیم کا انتظام نہیں ہوتا تو گھر پر اسے پڑھانا چاہیے۔ انھوں نے بالغوں کی تعلیم کے لئے اچھی کتابوں کی کمی کی طرف اشارہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ اردو کے ذریعہ سے ابتدائی اور ثانوی منزل پر تعلیم کا مناسب انتظام ہونا چاہیے اور یونی ورسٹی کی منزل پر اسے ایک اختیاری ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے چلانا چاہیے۔ انھوں نے ذاتی طور پر رومن رسم خط کی حمایت کی مگر یہ تسلیم کیا کہ عام جذبہ موجودہ رسم خط کے حق میں ہے۔

راقم الحروف نے اپنے مقالے میں اردو کی ہندوستان گیر حیثیت کی طرف اشارہ کیا اور اس بات پر خاص طور سے زور دیا کہ غیر ہندی ریاستوں میں عموماً اردو کے ساتھ بے انصافی نہیں ہوتی ہاں ہندی ریاستوں میں اردو کے حقوق کو برابر پامال کیا جا رہا ہے اور اس لحاظ سے اترپردیش میں صورت حال سب سے زیادہ قابل اعتراض ہے۔ راقم الحروف نے اعداد و شمار کی مدد سے ثابت کیا کہ ابتدائی تعلیم اردو کے ذریعہ سے دینے کی اترپردیش میں جو کوشش ہوئی ہے وہ کسی طرح قابل اطمینان نہیں کہی جا سکتی جب کہ اس سے بہت کم اردو داں آبادی والی ریاستوں میں، ابتدائی منزل پر اردو پڑھنے والوں کی شرح اترپردیش سے بہت زیادہ ہے۔ راقم الحروف نے خاص طور سے ثانوی منزل پر تعلیم کی سہولت نہ ہونے کی مذمت کی۔ راقم الحروف نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اردو ادب کی اہمیت کو آزادی کے بعد تسلیم کیا گیا ہے۔ مرکزی حکومت اور یونیورسٹیاں اور ساہتیہ اکاڈمی اردو ادب کا مناسب اعتراف کرتے ہیں، مگر جب تک زبان کی تعلیم اور چلن کا تحفظ نہیں ہوتا ادب کی یہ ترقی کوئی معنی نہیں رکھتی کیونکہ زبان کی بقا اگر خطرے میں ہو تو ادب بھی پنپ نہیں سکتا۔ آخر میں دوسری زبانوں کے ادیبوں سے یہ اپیل کی کہ وہ اردو زبان کی بقا اور تحفظ کو ایک قومی اور ادبی فریضہ سمجھیں اور زبان کے مسئلے کو سیاست دانوں کی فٹ بال نہ بننے دیں۔

رسم خط کا ذکر کرتے ہوئے راقم الحروف نے اردو رسم خط کو کچھ اصلاحوں کے ساتھ جو تعلیمی اور تدریسی ضروریات کی وجہ سے اہم ہیں، باقی رکھنے پر زور دیا۔ ہاں اردو کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کے لئے

دیوناگری رسم خط میں بھی کتابیں شایع کرنے کا مشورہ دیا۔ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی نے اپنے مقالے میں اردو کے لئے دستوری تحفظات کی سفارش کی۔

پروفیسر وہیب، ڈاکٹر دیش پانڈے، ڈاکٹر مینا کشی سندرم اور دوسرے حضرات نے بحث میں حصہ لیا۔

اردو کے سلسلے میں سیمینار کی سفارشات حسب ذیل تھیں۔

(۱) چونکہ ہماری آزادی کو اب بائیس سال ہونے آئے، اس لئے سیمینار کی رائے ہے کہ دستور میں لسانی اقلیتوں کے لئے جو تحفظات ہیں ان کا موجودہ تجربے کی روشنی میں پھر سے جائزہ لیا جائے۔

(۲) سیمینار کی رائے ہے کہ دستور کی دفعہ ۲۹ الف، ۳۴۵، ۳۴۷ اور ۳۵۰ الف میں جو ہدایات درج ہیں ان کی پوری پوری پابندی ہو۔

(۳) ہر ریاست کا فرض ہے کہ وہ لسانی اقلیتوں کے لئے ان کی زبان میں ابتدائی اور ثانوی تعلیم کا ویسا ہی بندوبست کرے جیسا اکثریت کے لئے کیا گیا ہے۔

(۴) اس مقصد کے لئے تمام مضامین میں اور تمام درجوں کے لئے مناسب درسی کتابوں اور سند یافتہ استادوں کا مناسب انتظام ضروری ہے۔

(۵) جہاں ضرورت ہو یونیورسٹی کی منزل پر اردو کو بھی اختیاری ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے استعمال کیا جائے۔

(۶) سہ لسانی فارمولے میں سب سے پہلے مادری زبان کو جگہ ملنی چاہیے۔

(۷) زبان کے متعلق موجودہ رویے میں تبدیلی کی ضرورت ہے اور طلبہ کو کئی زبانیں جاننا چاہئیں۔

(۸) ایم۔ اے میں جدید ہندوستانی زبانوں کے نصاب میں اصل زبان کے ساتھ کسی اور جدید ہندوستانی زبان یا کلاسیکی زبان کے پرچے بھی ہوں۔

(۹) لسانی اقلیتوں کے کمشنر کی رپورٹ ریاستی مجالس قانون ساز کو بھی بھیجی جائے اور وہاں اس پر اظہار خیال ہو۔

(۱۰) اردو کی کتابیں دیوناگری رسم خط میں بھی شائع کی جائیں تاکہ اور زیادہ لوگوں تک پہنچ سکیں۔

سندھی زبان کے مسائل کے متعلق ڈاکٹر سدا رنگنی نے ایک مقالہ پڑھا اور حکومت ہند اور ریاستی حکومتوں کے تغافل کی شکایت کی۔ ڈاکٹر جے رام داس دولت رام نے بھی اظہار خیال کیا اور سندھی کے لئے دیوناگری رسم خط اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ سیمینار کی رائے یہ ہوئی کہ موجودہ عربی رسم خط کے ساتھ دیوناگری رسم خط بھی استعمال کیا جائے۔

ڈاکٹر رام ناتھ جھا نے میتھلی زبان کے حقوق کی پامالی پر مقالہ پڑھا۔

مجموعی طور پر اس سیمینار کی رائے یہ تھی کہ ہندوستان میں بہت سی زبانوں کا رائج ہونا ایک لعنت نہیں رحمت ہے۔ اس سے اس کے سرمائے کی رنگینی اور ہمہ گیری کا ثبوت ملتا ہے۔ ہر ہندوستانی کا فرض ہے کہ وہ ساری ہندوستانی زبانوں کے سرمائے کی حفاظت اور ان زبانوں کی ترقی کی حمایت کرے تاکہ ان کا ادب پورے ملک کے لئے ذہنی اور جمالیاتی غذا کا باعث ہو۔

بیاد رفتگاں

عندلیب شادانی

یہ خبر ہندو پاک کے تمام علمی اور ادبی حلقوں میں بڑے رنج و افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ ۲۹ جولائی کو ڈاکٹر عندلیب شادانی کا انتقال ہوگیا۔ شادانی مرحوم ابھی حال تک ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبہ اردو فارسی کے صدر تھے۔ کچھ عرصہ پہلے ان کی صحت تیزی سے خراب ہونے لگی تھی اور ڈھاکہ میڈیکل کالج میں ان کا علاج ہو رہا تھا۔ عندلیب شادانی کئی حیثیتوں سے ہماری ادبی تاریخ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا تعلق اردو نثر نگاروں کی اس نسل سے تھا جس نے رومانوی اسلوب کو فروغ دیا۔ ادبی تنقید و تاریخ اور تحقیق کے دائرے میں بھی ان کی خدمات ہمیشہ قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئیں اور ان کے تنقیدی رویے اور مزاج سے اختلاف کے باوجود ان کی تنقیدی بصیرت، ان کی ادبی لگن اور علمی طریق کار کی خوبیوں کا اعتراف بھی کیا گیا۔ وہ ایک خوش فکر شاعر بھی تھے اور شفیق استاد بھی چنانچہ ان کے فیض تربیت میں زبان و ادب کے طلبہ کی کئی نسلوں کی رہنمائی ہوئی۔ مشرقی پاکستان میں اردو کی ترویج و اشاعت کے لئے بھی انھوں نے بڑا کام کیا اور لسانی کشمکش کی فضا میں اردو کو اس کا صحیح مقام و منصب دلانے میں ہمیشہ سرگرم رہے۔ ●

ڈاکٹر عبدالمجیب

۸ر اگست کی رات کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ٹریننگ کالج کے پرنسپل ڈاکٹر عبدالمجیب کا انتقال ہوگیا۔ مجیب صاحب علی گڑھ کے بڑے ہونہار طلبہ میں شمار کئے جاتے تھے اپنی تعلیمی زندگی میں انھوں نے ہمیشہ امتیازات حاصل کئے۔ بی۔ ایڈ کے بعد وہ انسپکٹر آف اسکولس مقرر ہوگئے تھے لیکن ملازمت سے مستعفی ہو کر امریکہ چلے گئے اور وہیں سے تعلیمات میں ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔ امریکہ سے واپسی پر انھوں نے ٹریننگ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لئے اپنی خدمات وقف کردیں۔ یہیں لکچرر مقرر ہوئے اور رفتہ رفتہ پروفیسر اور پرنسپل کے عہدے تک جا پہنچے۔ مجیب صاحب علمی اور تعلیمی مسائل سے گہری دلچسپی رکھتے تھے اور ان مسائل پر ان کی رائے ہمیشہ سنجیدہ اور وقیع ہوتی تھی۔

صابرہ زیدی

۳ر اگست ۱۹۶۹ء کو ماسکو میں صابرہ زیدی کا انتقال ہوگیا۔ صابرہ زیدی مشہور ماہر تعلیم خواجہ غلام السیدین کی بھانجی تھیں۔ انھوں نے علی گڑھ یونیورسٹی سے انگریزی ادبیات میں ایم۔ اے کرنے کے بعد کولمبیا یونیورسٹی سے تعلیمات کی ڈگری حاصل کی اور اس کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبہ تعلیمات سے وابستہ ہوگئیں۔ کچھ دن پہلے انسٹی ٹیوٹ آف ایڈوانس اسٹڈیز شملہ نے انھیں اپنے یہاں تحقیقی کام کے لئے بلایا تھا۔ گذشتہ سال سے وہ دل کی مریضہ تھیں اور بغرض علاج ماسکو تشریف لے گئی تھیں۔

صابرہ زیدی کو اردو شعر و ادب سے گہرا شغف تھا اور انھوں نے بعض اہم ادبی مسائل پر مضامین لکھے تھے۔ ناظم حکمت کی شاعری کا تفصیلی تعارف اور ان کی نظموں کے تراجم انھیں کے وسیلے سے پہلی بار اردو داں حلقے کے سامنے آئے۔ ۱۹۴۹ء میں ان کا یہ مضمون شاہراہ دہلی میں شائع ہوا تھا۔ روسی زبان سے بعض اہم علمی اور ادبی کتابوں اور بچوں کے لئے لکھی گئی کہانیوں کے انھوں نے اردو میں بڑے اچھے ترجمے بھی کئے تھے جو ماسکو سے شائع ہوئے تھے۔

ادارہ ہماری زبان مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے اور ان سانحات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔

قاضی محمد عدیل عباسی

ثانوی سطح پر اردو

ثانوی سطح پر اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے لئے ایک جی او ۲۹ر جولائی ۱۹۵۲ء کو جاری کیا گیا تھا لیکن اس جی او کی کانوں کان کسی کو خبر نہیں ہوئی اس محنت سے اس اخفا کا انتظام کیا گیا کہ کسی کو شبہ تک نہ ہوا اور کون سوچ سکتا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے اور کیا ۱۹۵۲ء میں؟ اللہ اکبر! یہ وہ زمانہ تھا جب اردو کی تعلیم بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینکی جارہی تھی اور ابتدائی درجات میں بھی ایک بچہ اردو نہیں پڑھ پارہا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے چالیس اور دس کا جو فارمولا وزرائے تعلیم کی کانفرنس میں منظور کرایا اس کے لئے شری سمپورنانند جی نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ مجھے اس سے اختلاف ہے اور میں نے مولانا کے ادب سے وزراء کانفرنس میں اپنی منظوری دے دی تھی۔ الغرض اس دقت کی دلدوز کہانی کچھ وہی لوگ جانتے ہیں جنھوں نے اس دور میں کام کیا ہے۔ حیات اللہ انصاری کو ایک پرائمری اسکول میں ۴۰ اور ۱۰ کے فارمولے پر عمل درآمد کرانے میں جو پاپڑ بیلنے پڑے وہ سب کو معلوم ہے میں بنارس میں مقدمہ لڑ رہا تھا۔ اضلاع کی شکایتی درخواستیں جمع ہوتی تھیں اور ردی کی ٹوکری میں ڈال دی جاتی تھیں اور کہلا یا جاتا تھا کہ اردو کی تعلیم کا کوئی مطالبہ ہی نہیں ہے کوئی شکایت موصول ہی نہیں ہوئی ہے کہ اردو نہیں پڑھائی جارہی ہے پھر ۱۹۵۲ء میں ثانوی سطح پر اردو؟ کیا خوب! جب کرپلانی کمیٹی کا قیام عمل میں آیا اور حکومت کے سکریٹریٹ سے سوالنامے جاری ہوئے تو اس میں ایک سوال اس مضمون کا دیکھ کر ہم چونکے کہ ثانوی سطح پر اردو کو ذریعۂ تعلیم بنانے میں کیا دقتیں محسوس ہوتی ہیں؟ ارے یہ کیا؟ کیا ایسا بھی کوئی آرڈر ہے؟ دریافت سے معلوم ہوا کہ ڈائرکٹر کے دفتر سے جاری ہوا اور وہیں ختم ہوگیا۔

اب ۱۹۷۹ء میں حکم نافذ ہوا ہے کہ ۱۹۵۲ء کے جی او کو پوری طرح شہرت دیں اور اس میں دی ہوئی ہدایات پر پوری طرح عمل کریں ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۷ء تک مسلسل کانگریس جیسی روشن خیال، سیکولر اور تعصبات سے بالاتر گاندھی جی کی پیرو پارٹی برسر اقتدار رہی اور یہ پندرہ سال خود فراموشی کی نذر ہوگئے۔ اب ۱۹۷۹ء میں اچانک ۱۷ سال قبل کے جی او پر عمل درآمد کرنے ہی کا نہیں اس کی تشہیر کا بھی حکم نافذ ہوا ہے۔

گویا حکومت نے تسلیم کر لیا ہے کہ پندرہ یا سترہ سال تک اس کا ایک ضروری حکم نذر تغافل رہا، آخر کیوں؟ کیا یہ بھی سوال کیا جا سکتا ہے کہ آج یہ حکم کیوں مشتہر کیا جارہا ہے فراق صاحب نے ۱۹۵۰ء کی صوبائی اردو کانفرنس میں جو بستی میں منعقد ہوئی تھی کہا تھا کہ انھوں نے ہندی کے ایک بڑے حامی سے بات چیت کی تو انھوں نے جواب دیا کہ فراق صاحب بیس سال خاموش رہئے بیس سال کے بعد ہم اردو کو اس کے جملہ حقوق دیں گے۔ غرض یہ تھی کہ بیس سال کے بعد اردو کا کوئی نام لیوا نہ ہوگا۔ تو کیا اس حکم کی تہہ میں بھی یہ بات پوشیدہ ہے کہ آؤ آزما کر دیکھیں کہ قلب میں کوئی حرکت باقی ہے یا مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر چکا ہے بہر حال۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اردو والوں کو ایسے موقع پر دکھلا دینا چاہئے کہ اردو سخت جان ہے اور ہمارے جگر میں ابھی لہو کے قطرے باقی ہیں اور اگر حکومت کا منشا یہ ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرسکے کہ ثانوی سطح پر اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کی آزادی ہم نے دے دی ہے لیکن کوئی مطالبہ نہیں ہے تو اسے غلط ثابت کردیں۔

اس سلسلہ کی چند ضروری باتیں غور طلب ہیں ہم ان کو نمبر وار درج کریں گے۔

نمبر ۱۔ تشہیر۔ ۱۰ سال کے بعد تشہیر کا اعلان دفتر سے کب

حامد الہ آبادی

غزل

فطرت عشق کسی رنگ میں شامل نہ ہوئی
یہ صدا وہ ہے جو پابند سلاسل نہ ہوئی

ہم نے کیا کیا نہ کیا، دل کی تسلی کے لئے
اور تسلی ہے کہ خوابوں میں بھی حاصل نہ ہوئی

درد بے خواب نے کیا کیا نہ سہارے ڈھونڈے
یہ الگ بات ہے آسودگئ دل نہ ہوئی

ہم نے چاہا تو بہت دل کی فضاؤں سے ملے
یہ زمیں آج تک اس رسم کے قابل نہ ہوئی

کیا تماشہ ہے کہ انساں کے عناں گیر ہیں وہ
جن خداؤں کو تمیز حق و باطل نہ ہوئی

اس طرح اجڑا بسا گھر کہ نہ آباد ہوا
لاکھ چاہا مگر آرائش محفل نہ ہوئی

کھا چکی عمر رواں کتنے تھپیڑے حامد
یہ وہ کشتی ہے جو اب تک لب ساحل نہ ہوئی

کب جاری ہوا جن سے قبل کسی کو کوئی اطلاع نہ تھی۔ اس جی او کی خبر بھی اردو کی دفتری تشہیر سے نہیں، مگر سب سے پہلے لسانی اقلیتی کمشنر کی ایک زبانی گفتگو سے ہوئی جو قومی آواز میں شائع ہوئی تھی اس سے ظاہر ہے کہ اعلان و اشتہار میں کافی تاخیر کی گئی اور بہت سے اضلاع میں ابھی انسپکٹر صاحب کے دفتر میں اس جی او کا وجود ہی مشتبہ ہے میں اپنے ضلع بستی کے ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولس سے ملا، اس وقت شہر کی راج بہادر چندر صاحب ایم۔ ایل۔ اے بھی موجود تھے تو اس وقت انسپکٹر صاحب نے اس جی او سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور دفتر میں تلاش کرنے پر جی او دستیاب نہ ہو سکا میں نے جی او کا حوالہ دے کر انسپکٹر صاحب کو بھیج دیا ہے لیکن ابھی تک اسکولوں اور کالجوں کو انسپکٹر صاحب کے دفتر سے کوئی اطلاع نہیں گئی ایسے اور بھی اضلاع سے شکایات ملی ہیں اور جہاں انسپکٹر صاحبان کو جی او مل گیا ہے اور انھوں نے فوری کارروائی بھی کی ہے وہاں بھی ۱۵ رجون سے قبل کوئی اطلاع کالجوں کو دستیاب نہیں ہوئی ہے اور ۱۵ رجولائی لڑکوں سے مادری زبان کے فارم بھروانے کی آخری تاریخ مقرر کی گئی ہے۔ حکم میں ہر "سال" کا لفظ لکھا ہے، لیکن جہاں تک امسال کا تعلق ہے یہ ظاہر ہے کہ تشہیر کافی نہیں ہوئی ہے، بہت تاخیر کے ساتھ ہوئی ہے اور وقت بہت کم ملا ہے۔ اس لئے امسال اگر مطالبے کافی نہ ہوں تو اس سے کوئی خلاف نتیجہ اخذ کرنا ناانصافی ہوگی ثانوی سطح پر اردو کو اختیار کرنے کی بڑی مانگ ہے اور اگر حکومت انتظام کرے اور ماتحت عملہ حسب دستور سابق عناد سے کام نہ لے تو صحیح اندازہ ہو سکے گا اس لئے جائزہ لینے والوں کو امسال کے حالات و واقعات اور ان کے پس منظر کو فراموش نہ کرنا چاہئے اس کے ساتھ مجھے امید ہے کہ ناساعد حالات میں بھی پوری کوشش و سعی سے حامیان اردو کام لیں گے یہ بھی ضروری ہے کہ میعاد بڑھا کر ۱۵ راگست کر دی جائے اس میں کسی طرح کی کوئی دقت نہیں ہے اور چونکہ یہ پہلا سال ہے اور کالج اور اسکول ۸ رجولائی سے کھلے ہیں ۱۵ رجولائی تک کی مہلت ناکافی ہے۔

نمبر۲۔ کتابیں۔ دوسرا مسئلہ کتابوں کا ہے حکومت کے لئے اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کی اجازت کا اعلان کر دینا ہی کافی نہیں ہے حکومت کو پورے وسائل مہیا کرنے چاہئیں اور وسائل میں سب سے اولین کتابیں اور اشتہار ہیں۔ کیا یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ حکومت نے کتابوں کا کیا بندوبست کیا ہے، حکومت کے محکمہ تعلیمات کا فرض تھا کہ وہ گزٹ میں ثانوی سطح پر اردو کی تعلیم کے بارے میں سلیبس شائع کرتی، اور کتابیں چھپواتی۔ بہر حال سر دست صورت یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء تک ذریعہ تعلیم اردو بھی رہ چکی ہے اور اس زمانہ کی کتابیں لائبریریوں میں محفوظ ہوں گی اگرچہ مضامین اور اسباق بدل گئے ہیں لیکن کام چلانے کے لئے کچھ کتابیں کافی ہوں گی، بقیہ ہندی سے ترجمہ کی جا سکتی ہیں، ضرورت ہے کہ محکمہ تعلیمات امسال بطور استثنا کالجوں کو اپنی پسند کی کتابوں کے پڑھانے کی منظوری دیدے ورنہ اعلان بے کار ہوگا۔

نمبر۳۔ اساتذہ۔ انجمن ترقی اردو عرصہ سے مطالبہ کر رہی ہے کہ ٹریننگ اسکولوں میں اردو پڑھانے کی بھی گنجائش ہونی چاہئے اور حکومت کی بعض مقرر کردہ کمیٹیوں نے بھی یہ مشورے دیئے ہیں لیکن ہنوز روز اول ہے۔ ضرورت ہے کہ اس معاملہ میں بھی حکومت اپنی پالیسی بدلے۔

حاصل کلام یہ کہ اگر حکومت کے اعلان میں جو سترہ سال کی تاخیر کے بعد مشتہر کیا گیا ہے اگر کوئی صداقت ہے تو اردو کو ثانوی سطح پر ذریعہ تعلیم بنانے کی جو تعلیمی ضرورتیں ہیں ان سب کو پورا کرنا چاہئے یہ بھی ضروری ہے کہ پرائیویٹ اور میونسپل بورڈ اور امدادی اسکولوں اور کالجوں کو اپنی راہ اختیار کرنے کا موقع نہ دیا جائے، بلکہ ایسے ضوابط وضع کئے جائیں جن سے ان کو حکومت کے احکام پر عمل درآمد کرنے پر مجبور ہونا پڑے سب ڈپٹی انسپکٹران کا عملہ ہمیشہ سے بے راہ رو رہا ہے اس پر کافی کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے ان کا حال ہمیشہ "من چہ می سرایم و طنبورہ من چہ می سراید" کے مصداق رہا ہے اور وہ کھلم کھلا حکومت کے اعلانات کی مخالفت پر اس حد تک کمربستہ رہا ہے کہ عمل کرنے والوں کو دھمکیاں تک دی گئی ہیں صرف اعلان ناکافی ہے، اعلان سے عمل درآمد تک ایک وسیع میدان ہے اسے عبور کرنا ہوگا ورنہ محض اعلان طفل تسلی کے سوا اور کچھ ثابت نہ ہوگا۔ (بشکریہ ندائے ملت، لکھنؤ)

قمر سنبھلی

آہ! عندلیب شادانی

— ۱ —

شاعر نکتہ سنج و شیریں نوا — حضرت عندلیب شادانی
آہ! او صاحب "سخن" امروز — کر دو رحلت ز عالم فانی

۸۱۸ — ۱۱۵۱ + ۸۱۸ = ۱۹۶۹ء

— ۲ —

کیسا ہر سمت شور ماتم ہے — ہے رواں کیوں ہر آنکھ سے آنسو
حیف صد حیف ہوگئے رخصت — ڈاکٹر عندلیب شادانی

یقینی تاریخوں کا اعلان ہر ایک جہاز کی روانگی سے کم از کم پندرہ روز قبل کیا جائے گا

۲۔ پلگرم پاس تمام حاجیوں کے لئے پلگرم پاس (حج پاسپورٹ) حاصل کرنا ضروری ہے یہ پاس بمبئی میں واقع حج کمیٹی کے دفتر سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ عازمین حج کی سہولت کے لئے پلگرم پاس کی رجسٹریشن فیس مبلغ بارہ روپے کرایہ جہاز کے ساتھ وصول کرلی جائے گی اس لئے حج کمیٹی بمبئی پلگرم پاس بنانے کی الگ سے کوئی فیس نہیں لے گی۔

صرف واپسی ٹکٹ ہی جاری کئے جائیں گے

۳۔ کرایہ جہاز

بمبئی تا جدہ اور واپسی سفر

فرسٹ کلاس	کرایہ مع خوراکی	محاصل صفائی جدہ، کرایہ مکان، اخراجات ٹرانسپورٹ	پلگرم پاس کی رجسٹریشن فیس	مجموعی رقم
بالغان	۱۶۷۰ روپے	۱۳۳ روپے	۱۲ روپے	۱۸۱۵ روپے
بچے ۲ تا ۵ سال	۸۲۵ "	— —	" "	۸۳۷ "
" ۱ تا ۲ "	۴۲۳ "	— —	" "	۴۳۵ "
۱ سال سے کم	— —	— —	" "	۱۲ "

ڈیک کلاس

بالغان	۶۰۰ "	۱۳۳ "	" "	۷۴۵ "
بچے ۲ تا ۵ سال	۳۰۰ "	— —	" "	۳۱۲ "
" ۱ تا ۲ "	۲۶۵ "	— —	" "	۲۷۷ "
۱ سال سے کم	— —	— —	" "	۱۲ "

۴۔ پابندیاں: حاجیوں کی عام صحت اور بھلائی کے پیش نظر حکومت ہند نے بعض پابندیاں عائد کی ہیں جن کے تحت مندرجہ ذیل طبقوں کے اصحاب کو سفر حج پر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی چنانچہ عازمین حج کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی درخواستیں پیش کرنے سے پہلے ان پابندیوں کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

(الف) جن بچوں کی عمر پانچ اور چودہ سال کے درمیان ہوگی۔

(ب) جن عازمین حج کے پاس ہندوستانی سکے میں نقد رقم -/۱۲۵۰ روپوں سے کم ہوگی

(ج) جن لوگوں نے گذشتہ پانچ سال کے اندر یعنی ۱۹۶۵ء اور ۱۹۶۹ء کے درمیان فریضۂ حج ادا کیا ہے۔ ایسے اصحاب کو حج بدل پر جانے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

(د) جن خواتین کو جہاز پر سوار ہونے کے وقت پانچ ماہ یا اس سے زائد کا حمل ہوگا۔

(ہ) جو لوگ مندرجہ ذیل بیماریوں یا معذوریوں میں مبتلا ہوں گے۔

(۱) دماغی امراض (۲) تپ دق یا سل (۳) قلبی امراض (۴) شدید دمہ (۵) متعدی جذام (۶) دیگر خطرناک چھوت کی بیماریاں۔

اگر کسی شخص کی بیماری یا کسی خاتون کے حمل کی مدت کے متعلق کوئی شبہ ہوگا تو ان کا بمبئی میں طبی معائنہ کیا جائے گا۔ اس لئے عازمین حج کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی درخواستوں میں غلط بیانی سے کام نہ لیں۔

نشستیں محفوظ کرانے کا طریقہ

تمام درخواست دہندگان کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ وہ درخواست کے ہر فارم پر اپنا پاسپورٹ سائز کا تازہ فوٹو چسپاں کریں اور ساتھ ہی فوٹو کی تین کاپیاں بھیجیں جن کی پشت پر عازمین حج کا پورا نام لکھا جائے فوٹو کی شرط خواتین کے لئے بھی ہے تاہم پردہ نشین خواتین اس سے مستثنیٰ ہوں گی ایک سال سے کم عمر کے بچوں کے فوٹو کی ضرورت نہیں۔

ہر عازم حج کو علیحدہ فارم پر درخواست کی دو نقلیں بھیجنی چاہئیں۔ اگرچہ ایک سال سے کم عمر کے بچے کا کرایہ معاف ہوتا ہے تاہم اس کی درخواست بھی علیحدہ فارم پر دو نقلوں میں ہونی چاہئے، اور اس پر اس کے والد یا سرپرست کے دستخط ہونے چاہئیں۔ اس میں بچے کی صحیح عمر درج ہونی چاہئے اور اس کی تاریخ ولادت کا سرٹیفکٹ بھی ساتھ ہونا چاہئے۔ درخواست کے ہمراہ اس مضمون کا حلف نامہ ہونا چاہئے کہ عازم حج نے گذشتہ پانچ سال میں حج نہیں کیا حلف نامہ عازم حج کے وطن ضلع یا ریاست کے اس عہدہ دار کا تصدیق شدہ ہونا چاہئے جس کا ذکر درخواست فارم میں کیا گیا ہے علاوہ ازیں عازم حج کے وطن ضلع یا ریاست میں رہنے والے کسی مستند ڈاکٹر یا حکیم کا سرٹیفکٹ اس مفہوم کا ہونا چاہئے کہ عازم حج صحت مند اور سفر حج کے قابل ہے۔ درخواست ہر طرح مکمل ہونی چاہئے ورنہ اس پر غور نہیں کیا جائے گا۔ درخواست کے فارم پر حسب ذیل تفصیلات درج ہونی چاہئیں۔

(۱) نام جلی حروف میں (۲) والد یا شوہر کا نام (۳) جنسیت یعنی مرد یا عورت (۴) عمر (۵) تاریخ ولادت (۶) قومیت ہندوستانی یا غیر ہندوستانی (۷) پیشہ (۸) مستقل پورا پتہ گاؤں، پوسٹ آفس، ضلع، ریاست (۹) ہندوستان میں نامزد کردہ شخص کا نام، پتہ اور یہ کہ اس کے ساتھ کیا رشتہ ہے (۱۰) اگر درخواست دہندہ خاتون ہے تو ہمسفر محرم کا نام، رشتہ اور پتہ (۱۱) رمضان سے پہلے سفر کرنا ہے یا رمضان بعد (۱۲) کس جہاز سے سفر کا ارادہ ہے (اس جہاز کا نام اور اس کی تاریخ روانگی) اور اگر اس جہاز میں جگہ نہ مل سکے تو دوسرے جہاز کا نام اور اس کی تاریخ روانگی (۱۳) کس کلاس میں سفر کرنا ہے (۱۴) اس سے پہلے کس سنہ میں حج کیا ہے (۱۵) ارسال کردہ رقم، ڈرافٹ کا نمبر، رقم، بینک کا نام اور مقام (۱۶) مطلوبہ غیر ملکی زرمبادلہ (۱۷) درخواست دہندہ کے دستخط یا نشانی انگوٹھا (۱۸) درخواست بھیجنے کی تاریخ (۱۹) نمونے کے لئے درخواست دہندہ کے دو مزید دستخط یا انگوٹھے کے نشان۔

(الف) **فرسٹ کلاس** (۱) درخواست مع نقل ہونی چاہئے۔ اس میں تمام تفصیلات کی خانہ پری کی جانی چاہئے۔ ہر بالغ کی درخواست کے ساتھ جس کی عمر چودہ سال سے اوپر ہو کرایہ کی پوری رقم ۵۰۸۱ روپے، تین تا ۱۲ سال کی عمر کے بچے کے لئے ۲۵۴۸ روپے، ایک تا تین سال کی عمر کے بچے کے لئے ۵۰۳ روپے اور ایک سال سے کم عمر کے بچے کے لئے بارہ روپے مع حلف نامہ و ڈاکٹری سرٹیفکٹ درخواست رجسٹرڈ سے ہی بھیجنی چاہئے۔

(۲) ڈی لکس کیبن (ملحقہ غسل خانہ) کے ہر بوتھ کے لئے ۵۰ روپے زائد دینے ہوں گے، یہ رقم نقدی کی صورت میں حاجیوں کے مسافر خانہ میں اس وقت وصول کی جائے گی جب نشستوں کا تعین ہوگا۔ لہٰذا حاجیوں کو ڈی لکس کیبن کی رقم کرایہ کے ساتھ نہیں بھیجنی چاہئے۔

(۳) فرسٹ کلاس کے ہر بالغ حاجی کو اپنے ساتھ ڈیک کا صرف ایک حاجی لے جانے کی اجازت ہوگی، بشرطیکہ ڈیک کا حاجی بھی اسی "طبقے" کا ہو، اس صورت میں یہ درخواستیں ایک ہی لفافے میں بھیجی جائیں لیکن ایک لفافے کے اندر درخواستوں کی مجموعی تعداد سات سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے ان میں ڈیک کی درخواستیں زیادہ سے زیادہ تین ہو سکتی ہیں۔

(۴) اگر فرسٹ کلاس کا ریزرویشن منسوخ کرایا گیا تو اس کے ساتھ ڈیک کا ریزرویشن از خود منسوخ ہو جائے گا۔

(ب) **ڈیک کلاس** درخواستیں مع نقل ہونی ہوں، ان میں تمام تفصیلات کی خانہ پری کی جانی چاہئے ہر بالغ کی درخواست کے ساتھ جس کی عمر چودہ سال سے اوپر ہو کرایہ کی پوری رقم ۵۴۴۵ روپے، تین تا ۱۲ سال کی عمر کے بچے کے لئے ۳۱۲۲ روپے، ایک تا تین سال کی عمر کے بچے کے لئے ۱۰۲۴ روپے اور ایک سال سے کم عمر کے بچے کے لئے بارہ روپے مع حلف نامہ و ڈاکٹری سرٹیفکٹ۔ درخواست وغیرہ رجسٹرڈ پوسٹ سے بھیجنی چاہئے۔

(ج) **عام ہدایات** (۱) تمام رقوم دی مغل لائن لمیٹڈ بمبئی کے نام بینک ڈرافٹ کی شکل میں ہونی چاہئیں، اور ڈرافٹ ایسا ہونا چاہئے جسے بمبئی میں بھنایا جا سکے (بہتر ہوگا ڈرافٹ اسٹیٹ بینک آف انڈیا کے بھیجے جائیں)، البتہ ایسے مقامات پر رہنے والے عازمین حج جہاں بینک کی سہولت نہیں ہے، بیمہ شدہ لفافے کے اندر کرایہ کی رقم بھیج سکتے ہیں۔ جو بینک ڈرافٹ ۳۱ دسمبر ۷۸ء سے پہلے جاری کئے گئے ہوں وہ اسی صورت میں قبول کئے جائیں گے جب انہیں جاری کرنے والے بینک کے ذریعہ دوبارہ بھنانے کے قابل بنا دیا گیا ہو۔ کوئی رقم کسی اور شکل میں مثلاً منی آرڈر یا چیک کے ذریعے قبول نہیں کی جائے گی۔ حاجی کو کسی اور کے نام کا نہیں بلکہ اپنے ہی نام کا ڈرافٹ بنانا چاہئے، تاکہ واپسی کی صورت میں بینک سے بھنانے میں کوئی دقت نہ ہو (۲) خواتین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے ہمسفر مرد محرم کا پورا نام، پتہ اور رشتہ بتائیں ایسی خاتون اور محرم کی درخواستیں ایک ہی لفافے میں بھیجی جانی چاہئیں اور وہ ایک ہی "طبقے" کی ہونی چاہئیں۔ (۳) لفافے کے اوپر بھیجنے والے کا نام عازمین حج میں سے کسی ایک کا ہونا چاہئے، کسی غیر متعلق شخص کا نہیں۔ یہ امر لازمی ہے یہ شرط اس لئے رکھی گئی ہے کہ عازمین حج کو ان کی درخواستوں کا نتیجہ جلد معلوم ہو سکے۔ انجمنوں، حج کمیٹیوں اور ایجنسیوں وغیرہ کو درخواست کے فارموں یا لفافوں پر اپنا نام اور پتہ نہیں لکھنا چاہئے تمام خط و کتابت مع قرعہ کا نتیجہ اور بل فارم وغیرہ عازمین حج سے براہ راست کی جائے گی۔

(۴) حاجیوں کو ایک سے زائد مقامات سے درخواستیں نہیں بھیجنی چاہئیں۔ درخواست وہیں سے بھیجی جائے جو رہائش یا کاروبار کا مستقل پتہ ہو۔

(۵) رمضان عید سے پہلے زیادہ سے زیادہ (۲۸۵۰) حاجیوں کے سفر کا انتظام کیا جائے گا۔ ان میں سے قرعہ اندازی کے ذریعہ (۲۶۰) حاجی پہلے جہاز سے بھیجے جائیں گے اور بقیہ دوسرے جہاز سے۔

(۶) والدین کے ہمراہ جانے والے ایک ماہ سال اور چودہ تا سولہ سال کی عمر کے بچوں کی درخواستوں کے ساتھ پیدائش کا مستند سرٹیفکٹ ہونا ضروری ہے اس کے بغیر ان پر غور نہیں کیا جائے گا۔

(۷) کسی بھی لفافے میں سات سے زیادہ درخواستیں نہیں ہونی چاہئیں۔ اور وہ سب ایک ہی ریاست اور ایک ہی "طبقے" کی ہونی چاہئیں جس لفافے میں سات سے زیادہ درخواستیں ہوں گی اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

(۸) **طبقات**۔ درخواستوں کا اندراج مندرجہ ذیل طبقوں میں کیا جائے گا۔

(۱) حج ۱۹۶۹ء کی ویٹنگ لسٹ پر آئے ہوئے درخواست دہندگان	نشان طبقہ	/W/
(۲) جو درخواستیں ماضی میں دو بار مسترد ہو چکی ہیں۔	" "	/TR/
(۳) جو درخواستیں صرف حج ۱۹۶۹ء کے لئے مسترد ہوئی تھیں	" "	/F/
(۴) جو درخواستیں پہلی بار بھیجی جارہی ہیں		

ہر ایک ریاست کا حرف تہجی نشان

A اتر پردیش B مغربی بنگال C بہار D مہاراشٹر E کیرالا F آسام G آندھرا پردیش H جموں و کشمیر I میسور J گجرات K مدراس L مدھیہ پردیش M راجستھان N پنجاب اور ہریانہ O تری پورہ P اڑیسہ Q دہلی R منی پور S ہماچل پردیش T لکادیپ U پانڈیچری V گوا دمن اور دیو W انڈمان نکوبار X سکم Y ناگالینڈ Z دادر نگر حویلی Z نیفا۔

ہر درخواست پر نمبر سلسلہ دیا جائے گا۔ اور ہر نمبر سے قبل ریاست کے لئے مقرر کردہ حرف تہجی ہوگا، درخواست کا نشان طبقہ ہوگا اور لفافے کا نمبر سلسلہ ہوگا مثال کے طور پر مغربی بنگال سے آئی ہوئی کوئی درخواست اگر دو سال تک مسترد ہوتی رہی ہو تو اس پر اس طرح نمبر ڈالا جائے گا۔ درخواست کا نمبر سلسلہ/ لفافے کا نمبر سلسلہ / TR / B۔

(الف) طبقات ۱ و ۲ وہ حاجی جن کے نام حج ۱۹۶۹ء کی ویٹنگ لسٹ میں تھے اور جنھیں جہاز میں جگہ نہ مل سکی یا جن کی درخواستیں دو سال یا اس سے زائد عرصے سے مسترد ہوتی رہی ہیں انھیں امسال یقینی طور پر جہاز میں جگہ دی جائے گی بشرطیکہ انھوں نے اس سے پہلے کبھی حج نہ کیا ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس قسم کی درخواستوں کی تعداد اس ریاست کے کوٹے سے تجاوز نہ کرتی ہو ایسے حاجیوں کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے "ویٹنگ لسٹ" فارم یا مسترد کی ہوئی درخواستیں اپنی تازہ درخواستوں کے ساتھ منسلک کریں اس کے بغیر ان درخواستوں پر غور نہیں کیا جائے گا۔

جن عازمین حج کے پاس حج ۱۹۶۹ء کے "ویٹنگ لسٹ" فارم یا گذشتہ دو سال کے مسترد فارم نہ ہوں وہ اپنی تازہ درخواستوں میں پرانے نمبروں کا حوالہ دیں۔ ورنہ ان کی درخواستیں ان طبقوں میں شمار نہیں کی جائیں گی۔ اگر طبقات ۱ و ۲ کے عازمین حج کی تعداد ان کی ریاست کے کوٹے سے تجاوز کر جائے تو ان عازمین حج کو ترجیح دی جائے گی جن کی عمر ساٹھ سال یا اس سے زیادہ ہو، باقیماندہ عازمین حج کے لئے ان کی ریاست کے کوٹے کی حد میں رہتے ہوئے قرعہ اندازی کی جائے گی۔

ب۔ طبقہ ۳:۔ فرسٹ کلاس یا ڈیک کے جن عازمین حج کی درخواست گذشتہ سال یعنی ۱۹۶۹ء حج کے لئے مسترد ہوئی تھی انھیں دوسروں پر ترجیح دی جائے گی بشرطیکہ انھوں نے اس سے پہلے کبھی حج نہ کیا ہو اس لئے ان عازمین حج کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنی تازہ درخواستوں کے ساتھ مسترد کی ہوئی درخواستیں منسلک کریں ورنہ ان کا شمار طبقہ ۴ میں ہوگا۔

ج۔ طبقہ ۴ وہ عازمین حج جو پہلی بار درخواست بھیج رہے ہیں یا جنھوں نے پانچ سال قبل حج کیا ہے اور جو مذکورہ بالا تین طبقوں میں نہیں آتے وہ نئے عازم حج تصور کئے جائیں گے ان کا شمار طبقہ ۴ میں ہوگا اور ان کی درخواستوں کی قرعہ اندازی کی جائے گی۔ انھیں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ان کے لفافے میں دوسرے طبقات سے تعلق رکھنے والے عازمین حج کی درخواستیں نہ ہوں۔

د۔ (۱) جن خواتین کا تعلق طبقہ ۱ یا ۲ سے ہو انھیں چاہئے کہ وہ اپنی درخواست میں اپنے اس محرم کا نام لکھیں جس کے ساتھ وہ سفر کرنے والی ہیں۔ اگر محرم اور خواتین ایک ہی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں تو ان کی درخواستیں ایک ہی لفافے میں بھیجی جا سکتی ہیں اگر محرم کا تعلق طبقہ ۳ یا ۴ سے ہے تو اسے اپنی درخواست علیحدہ لفافے میں بھیجنی چاہئے۔

(ب) جو عازمین حج ایک ساتھ سفر کرنے کے خواہشمند ہوں، مثال کے طور پر میاں بیوی، بھائی بہن، باپ بیٹی وغیرہ اور ان کا

تعلق مختلف طبقات سے ہو یعنی ایک کا نام ۱۹۶۹ء کی ویٹنگ لسٹ پر ہو دوسرے کی درخواست ایک یا دو بار مسترد ہو چکی ہو اور تیسرے کی درخواست پہلی بار بھیجی جاری ہو تو وہ ایک ہی لفافے میں اپنی درخواستیں بھیج سکتے ہیں لیکن یہ سب درخواستیں سب سے نچلے طبقے میں شمار کی جائیں گی۔ مثال کے طور پر اگر ایک درخواست تیسرے طبقے کی دوسری درخواست دوسرے طبقے کی اور تیسرے درخواست پہلے طبقے کی ہو تو تمام درخواستیں تیسرے طبقے میں شمار کی جائیں گی۔

عازمین حج کو اس امر کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ مختلف طبقات کی درخواستیں ایک لفافے میں نہ بھیجی جائیں۔ ہر ایک طبقے کی درخواستوں کے لئے الگ لفافہ ہو اور ان کے ڈرافٹ بھی علیحدہ ہوں۔

۷۔ ویٹنگ لسٹ

(۱) درخواستوں میں سے ایک مخصوص تعداد کو قرعہ اندازی کے ذریعہ فرسٹ اور ڈیک کلاس کی ویٹنگ لسٹ پر لیا جائے گا اور ریزرویشن منسوخ ہونے کی صورت میں ویٹنگ لسٹ والوں کو موقع دیا جائے گا اور متعلقہ حاجی کو اس کی اطلاع فوراً دی جائے گی

(۲) جن عازمین حج کے نام ویٹنگ لسٹ پر آئیں گے انھیں مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ بغیر جائے بمبئی نہ آئیں ورنہ سفر حج کا انتظام نہ ہونے کی صورت میں کمپنی کوئی ذمہ داری قبول نہ کرے گی۔

(۳) جو درخواستیں قرعہ اندازی میں کامیاب نہ ہوں گی، انھیں ڈرافٹ وغیرہ کے ساتھ بھیجنے والوں کو لوٹا دیا جائے گا۔

۸۔ بکنگ کا آغاز

کمپنی کے دفتر کے کاؤنٹر پر کوئی درخواست قبول نہیں کی جائے گی۔ تمام درخواستیں رجسٹرڈ یا بیمہ شدہ لفافوں میں اس طریقے سے بھیجی جائیں جو اوپر بتایا گیا ہے درخواستیں ۸ دسمبر ۱۹۶۹ء تک ہمیں مل جانی چاہئیں۔ اس تاریخ کے بعد جو بھی درخواست موصول ہوگی اسے واپس کر دیا جائے گا۔ درخواست وصول کرنے کی آخری تاریخ کے تقریباً دس روز بعد قرعہ اندازی ہوگی۔

۹۔ ریزرویشن کی منسوخی

(۱) اگر کوئی عازم حج اپنا ریزرویشن منسوخ کرانا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ کم از کم دس روز قبل کمپنی کو مطلع کردے ورنہ کرائے کی رقم واپس کرتے وقت اس میں سے دس فیصدی کاٹ لی جائے گی۔ اس قاعدہ کا اطلاق ویٹنگ لسٹ کے ان حاجیوں پر بھی ہوگا جنھیں جہاز میں جگہ پیش کی جائیں گی اور جو اس کا فائدہ نہیں اٹھائیں گے۔

(۲) اگر کوئی صاحب اپنا ریزرویشن منسوخ کرانا چاہیں گے تو انھیں اپنا "پی" فارم یا ویٹنگ لسٹ فارم واپس کرنا ہوگا اور ساتھ ہی یہ بھی بتانا ہوگا کہ ان کی ارسال کردہ رقم بینک ڈرافٹ سے بھیجی جائے یا بذریعہ منی آرڈر۔ بینک ڈرافٹ سے رقم منگانے کی صورت میں یہ ضروری ہوگا کہ اسٹامپ لگی رسید بھیجی جائے جس پر کسی گواہ کی موجودگی میں دستخط کئے جائیں۔

۱۰۔ جہاز کی تبدیلی

ایک جہاز کا ریزرویشن دوسرے جہاز میں تبدیل کرنے کی اجازت انتہائی مجبوری کی حالت میں ہی دی جائے گی اور اس کے لئے کوئی تحریری ثبوت پیش کرنا ہوگا۔

۱۱۔ نام کی تبدیلی

ریزرویشن میں نام تبدیل کرنے کی اجازت نہ ہوگی

۱۲۔ آگاہی

حاجیوں کو خود اپنے مفاد کی خاطر درخواست فارم کی خانہ پری اعلان ھٰذا کے مطابق کرنی چاہیے اگر کوئی حقیقت چھپائی گئی یا غلط بیانی سے کام لیا گیا تو درخواست دہندہ سفر حج سے محروم رہے گا اور اس کی کرائے کی رقم ضبط کر لی جائے گی اس کے علاوہ اس کے خلاف قانونی کارروائی بھی کی جائے گی

۱۳۔ غیر ممالک کے لوگ یا غیر ملکوں میں مقیم ہندوستانی جو انٹرنیشنل پاسپورٹ پر حج کے لئے جانا چاہتے ہوں، انھیں چاہیے کہ وہ اپنی نشستیں محفوظ کرانے کے لئے مغل لائن سے رجوع کریں۔

۱۴۔ عازمین حج کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ جدہ سے بمبئی کے لئے واپسی کا انتظام سختی کے ساتھ ترتیب وار ہوتا ہے یعنی جو لوگ پہلے جہاز سے جاتے ہیں انھیں پہلے جہاز سے ہی واپس لایا جاتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اگر کسی حاجی نے واپسی سفر کے لئے اپنی باری آنے پر جدہ میں رپورٹ نہ کی تو فی کس ۲۵ سعودی ریال جرمانہ کیا جائے گا اور اس کے بعد ان کی واپسی کا انتظام اس جہاز سے کیا جائے گا جس میں جگہ مل سکے گی۔ اس شرط سے ان حاجیوں کو مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے جن کے بارے میں جدہ کے ہندوستانی سفارتخانہ کو یہ اطمینان دلایا جائے کہ جدہ سے واپسی کے لئے جہاز کی تبدیلی ضروری تھی۔ حاجیوں کے درخواست فارموں کی خانہ پری اس طریقے سے ہی کی جانی چاہیے جو اعلان ھٰذا میں بتایا گیا ہے۔ اگر درخواست فارموں میں کسی بھی قسم کا کوئی نقص ہوا تو اس پر غور نہ کیا جائے گا۔

مراسلات

دیوان غالب نسخۂ امروہہ کے بارے میں

—۱—

غالب کے دیوان ریختہ (نسخۂ امروہہ) کے دریافت کی کہانی کچھ اتنی طویل ہوتی جاتی ہے کہ شاید "ہماری زبان" کے پڑھنے والوں کو اس سے الجھن ہونے لگے اس الجھن میں اضافے کا سبب زیادہ تر وہ طنز آمیز اور الجھے ہوئے مضامین و مراسلے ہیں جن میں حقیقتوں کو پیش کرنے کے بجائے ذاتی حملوں کو شعار بنایا گیا ہے اس کی ایک دلچسپ مثال نثار احمد صاحب فاروقی کا وہ مراسلہ ہے جو ۱۵ر جولائی کے "ہماری زبان" میں شائع ہوا ہے موصوف جس قسم کی ذہنی اور جذباتی الجھنوں کا شکار رہتے ہیں وہ ان کے مضامین پڑھنے والوں اور ان سے ذاتی واقفیت رکھنے والوں کو اچھی طرح سے معلوم ہے۔ اس لئے میں ان کا تذکرہ نہ کروں گا۔

چوں کہ موصوف محقق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ کبھی غلط بات نہیں لکھتے اس لئے میری گزارش صرف اتنی ہے کہ وہ حقائق ہی سے واسطہ رکھیں۔ میری یہ ہرگز خواہش نہیں ہے کہ اس سلسلے میں میرا نام ضرور لیا جائے میرا یہ بھی دعویٰ نہیں ہے کہ محض "دریافت" ایسا کوئی غیر معمولی علمی کارنامہ ہے لیکن جب اس کا ذکر ہو اور حقیقت چھپائی جائے تو یقیناً یہ کہنا ضروری ہو جاتا ہے کہ واقعات صحت کے ساتھ پیش ہوں۔

● الہ آباد جلال الدین

—۲—

ہماری زبان (یکم جولائی) میں جناب ابو محمد سحر کی تحریر دیکھی جس میں قاری شفیق الحسن بھوپالی کا تصدیق کیا ہوا بیان ہے اور ان کی ڈائری کا یہ اقتباس بھی نظر سے گزرا:

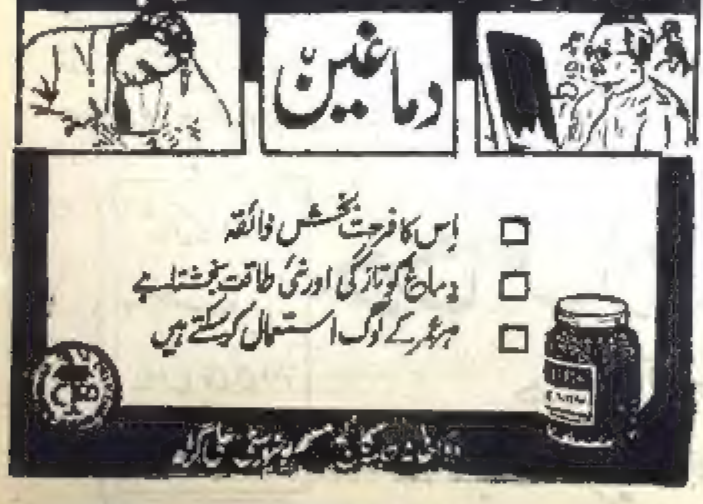
"دیوان اسد اللہ خاں محررہ ۱۸۲۵ء قلمی مرزا اسد اللہ خاں صاحب غالب مع مکتوبات فارسی غالب قلمی مبلغ گیارہ روپے میں حافظ توفیق احمد صاحب کو فروخت کی گئی"

اس میں دو باتیں محل نظر ہیں۔ ایک تو یہ دیوان ۱۸۲۸ء کا لکھا ہوا نہیں ہے جو ہجری سنہ کے مطابق ۱۲۴۱ ہو جاتا ہے مختصراً یہ عرض کردوں کہ عرشی صاحب قبلہ نے اس کا زمانہ کتابت ۱۲۳۱ھ (مطابق ۱۸۱۶ء) متعین کیا ہے اور مجھے اس سے اختلاف کرنے کے لئے کوئی معقول دلیل تا حال نہیں مل سکی ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس دیوان کے ساتھ غالب کے فارسی مکتوبات کا کوئی مجموعہ نہیں تھا یہ اندراج گمراہ کن ہے۔ اب تو دیوان غالب کی نئی جلد بندی ہو گئی ہے اور اس کے ساتھ والی کتاب نکال دی گئی لیکن میں نے اسے اوریجنل حالت میں دیکھا تھا وہ فارسی زبان میں لیلیٰ مجنوں کا قصہ تھا جسے رحیم اللہ بیگ کی فرمائش پر ۱۲۴۷ھ میں کسی شخص ۔ زور آور لا (؟) نے نقل کیا تھا۔ چوں کہ قطعاً غیر اہم اور غیر متعلق کتاب تھی اس لئے نئی جلد سازی کے وقت اسے علیحدہ کر دیا گیا۔

جناب ابو محمد سحر اور بھوپال کے علم دوست حضرات اب یہ تحقیق عمل کریں کہ دیوان غالب کا یہ نسخہ کن گھرانوں کی سیر کرتا ہوا بھوپال پہنچا۔ اگر حمیدہ شیر خاں صاحب سے استفسار اور تفتیش سے کیا جائے تو شاید گم شدہ کڑیاں مل جائیں۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ لیس محمد خاں کے صاحبزادے معظم محمد خاں جن کے پاس غالب کا ایک پیالہ بھی محفوظ تھا یہ دیوان دہلی سے لائے ہوں گے۔ اگر ان کے خاندان میں کچھ حضرات موجود ہوں تو ان سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔

جناب سید عابد حسین نے ۸ر جولائی کے ہماری زبان میں یہ شکوہ کیا ہے "ستم ظریفی یہ ہے کہ باوجودیکہ یہ نسخہ بھوپال سے دریافت ہوا ہے پھر بھی بعض اصحاب اسے نسخۂ امروہہ کہنے پر مصر ہیں" اس سے پہلے بھوپال میں کتب خانہ فوجدار محمد خاں مرحوم سے جو نسخہ ملا تھا وہ "نسخۂ بھوپال" کہلاتا ہے اور اس کے مطبوعہ ایڈیشن کو نسخۂ حمیدیہ کہا جاتا ہے اس دوسرے نسخے کو "نسخۂ بھوپال" مکتوبہ ۱۲۳۷ھ کے التباس سے بچانے کے لئے اگر "نسخۂ امروہہ" کہا جائے تو اس میں شکایت کی کیا بات ہے جب کہ اس حقیقت کو کسی نے چھپایا بھی نہیں ہے کہ یہ بھوپال ہی سے ملا ہے۔ میں نے اپنے ایک مراسلے میں جو ۲۳ر اپریل ۱۹۶۹ء کے اخبار الجمعیۃ دہلی میں چھپا تھا اسے سب سے پہلے "نسخۂ امروہہ" کے نام سے یاد کیا تھا اور خوشی کا مقام ہے کہ اب عرشی صاحب قبلہ نے بھی اپنے مضمون (مطبوعہ آج کل جولائی ۱۹۶۹ء) میں اسی نام سے درج کیا ہے یہ نسخہ خواہ کچھ بھی کہلائے لیکن اس ذخیرے کو محفوظ رکھنے کا کریڈٹ تو ہمیشہ بھوپال ہی کو ملے گا۔

● دہلی۔ نثار احمد فاروقی



اردو کا مستقبل

معاصر قومی تنظیم پٹنہ نے ۱۰؍جولائی ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں اردو کے مستقبل کے مسئلے پر ایک اداریہ لکھا ہے۔ اداریے کے بعض اقتباسات ہماری زبان کے قارئین کے لئے سامانِ فکر فراہم کرتے ہیں اور اس مسئلے پر غور و خوض کی دعوت دیتے ہیں۔ ذیل میں ہم چند اقتباسات پیش کرتے ہیں:۔

"کیا حکومت بہار کے اردو کو علاقائی زبان یا ثانوی سرکاری زبان مان لینے سے اردو کا سارا مسئلہ حل ہو جائے گا؟ ہم ان باتوں کو ضرورت سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ البتہ یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ ان مطالبات کے مان لئے جانے سے اردو کے مفاد کو کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اردو کا بنیادی مسئلہ کچھ اور ہے جس کی طرف ہمارے صحافیوں، رہنماؤں، دانشوروں اور ادیبوں اور دوسرے اردو دوستوں کی توجہ نہیں جاتی وہ مسئلہ ہے نئی پود میں اردو کی تعلیم کا۔

ہماری ریاست میں اردو کے دو تین درجن اخبارات شایع ہوتے ہیں، اردو کے شعراء اور ادیبوں کی تعداد بھی روز افزوں ہے اور اس حد تک ہے کہ ان کی یہ تعداد اردو کے قارئین سے کچھ ہی کم ہے یہ باتیں صرف دل کے بہلانے کو بھلی لگ سکتی ہیں۔ لیکن کیا ہم نے یہ بھی سوچا ہے کہ ابھی جو نئی پود پروان چڑھ رہی ہے ان میں کتنے اردو پڑھنے والے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ابتدائی درجوں میں اردو پڑھنے والے بچوں کی تعداد تیزی سے کم ہو رہی ہے۔!

اس افسوسناک نیز تشویشناک صورت حال کی کئی وجہیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) اردو میں نصابی کتابوں کی کمیابی یا نایابی (۲) درجوں میں ذریعہ تعلیم اردو نہ ہونا (۳) امتحان میں اردو خواں طلبہ کے ساتھ حوصلہ شکن امتیازی سلوک (۴) گارجین حضرات کا بچوں کے معاشی مستقبل کے پیش نظر افسوسناک حد تک اردو سے بے اعتنائی اور ہندی کی طرف جھکاؤ۔

حالات کا تقاضہ ہے کہ حکومت سے مراعات کی بھیک مانگنے اور اس کی بے اعتنائی پر جھنجھلاہٹ کی بجائے اس بنیادی مسئلہ کی طرف فوراً توجہ دی جائے اور اپنے طور پر ہی کچھ کرنے کا عزم بالجزم کیا جائے اور نئی پود کے اردو سے گریز کے رجحان کا سدباب کیا جائے۔ اس سلسلے میں طلبہ، اساتذہ، گارجین اور دیگر متعلقہ افراد یا اداروں کو جو دشواریاں پیش ہوں انھیں دور کیا جائے۔ پانی سر سے اونچا ہوتا جا رہا ہے اب اس سلسلے میں مزید پل بھر بھی وقت برباد کرنا خودکشی کے مترادف ہوگا۔ ایک طرف ہماری یہ شکایت ہے کہ اردو پڑھنے والے طلبہ کو نصابی کتابیں اردو میں نہیں ملتیں اور متعلقہ ادارے اردو دشمنی میں اردو کی کتابیں چھاپنا نہیں چاہتے اس طرح اردو خواں طلبہ کو ہندی کی کتابیں پڑھنا پڑتی ہیں جس کے نتیجہ میں وہ امتحانات میں اچھے نمبر نہیں لاتے۔ دوسری طرف بعض پبلشروں کا کہنا ہے کہ لاکھوں روپیوں کی ان کی اردو کی نصابی کتابیں گوداموں میں سڑ رہی ہیں اور کوئی انھیں پوچھتا نہیں حقیقت حال کیا ہے اس کا جائزہ جلد از جلد اردو دوستوں کو لے کر اور کسی نتیجہ پر پہنچ کر کوئی موثر قدم اٹھانا چاہئے لیکن جذبات کی رو میں بہہ کر یا بڑے بڑے دعوے کر کے نہیں بلکہ نہایت سنجیدگی اور دانشمندی سے۔ اب تو خدا کے فضل سے ہماری ریاست میں اردو کی ترویج و ترقی اور بقا کے لئے ایک نہیں دو دو انجمن ترقی اردو ہیں جن سے آزمودہ کار مخلص اور با اثر رہنما صحافی اور اردو دوست حضرات منسلک ہیں اس لئے اردو کی بقا کے کام میں یہ جمود اور تعطل کیا معنی! اب تو اردو کا کام زیادہ شد و مد سے ہونا چاہئے۔"

"چاند کو چھونے کا قصہ..."

۲۰؍جولائی ۱۹۶۹ء بنی نوع انسان کی کامیابی اور ترقی کی تاریخ میں نئے اور اہم ترباب کا اضافہ ہے۔ تسخیر خلا کے بعد انسان کا قدم چاند پر پہنچ گیا ہے اور وہ دن دور نہیں جب انسان دوسرے سیاروں پر کمند ڈالنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس مبارک موقع پر شعبۂ اردو سیفیہ کالج بھوپال نے ایک پارٹی دی جس میں کالج کے سکریٹری جناب فخرالدین، اساتذہ اور کارکنوں کے علاوہ جناب مسعود صدیقی سابق پرنسپل سیفیہ کالج بھی شریک تھے۔ صدر شعبۂ اردو جناب عبدالقوی دسنوی نے اس موقع پر حاضرین کو مبارکباد دیتے ہوئے اقبال کا شعر پڑھا ؎

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

انھوں نے کہا کہ پہلے چاند تک پہنچنے کے خیال کو دیوانے کی بات کہہ کر ٹال دیا گیا تھا جس کا اظہار آل احمد سرور کے اس شعر سے ہوتا ہے ؎

چاند کو چھونے کا قصہ بھول ہی جانے کی بات
ہر سہانی آرزو اب تک ہے دیوانے کی بات

لیکن دیوانے کی یہ بات آج ایسی حقیقت ہے جس پر انسان ناز کر سکتا ہے انھوں نے یہ بھی کہا کہ انسان کو خدا کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے انسان کو علم و فن اور عقل و فہم دے کر اس قابل بنا دیا کہ آج وہ چاند کو زیر قدم لانے میں کامیاب ہو گیا ہے اور اس کے بعد انسانی ترقی کا دوسرا قدم کیا ہوگا اس کا اندازہ بھی اقبال کے اس شعر سے ہو سکتا ہے ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

جناب فخرالدین سکریٹری سیفیہ کالج نے کہا کہ ہم سب خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ چاند پر پہنچنے والے انسانوں کو ان کے واپسی کے سفر میں بخیر و عافیت زمین تک پہنچا دے تاکہ چاند تک پہنچنے کی انسانی مہم ہر طرح کامیاب ہو۔

(نامہ نگار)

تبصرے

ڈاکٹر شمیم حنفی

کتاب : تحریر و تنقید
مصنف : طیب انصاری
ناشر : یونیورسل بک ایجنسی، پوسٹ بکس، حیدرآباد

(۱) میر نے بھی خواب دیکھا ہے لیکن یہ خواب اس بیوہ کا سا ہے جو آدھی آدھی رات اور بسا اوقات پوری رات آنکھوں میں کاٹتی ہے اور جب آنکھ لگتی بھی ہے، لحہ دو لحہ کے لئے تو یک دم گھبرا کر چیخ اٹھتی ہے۔ ہائے میری جوانی۔"

(۲) غالب کا خواب بڑی حد تک شگفتہ تر ہے، لیکن گیوا کر نہیں۔ اس کے یہاں زندگی مسکراتی ہے لیکن یہ مسکراہٹ ..... انسانیت کی نہیں بلکہ ایک بیسوا کی مسکراہٹ ہے۔ کم عیار اور کم مایہ!!"

(۳) بات تلخ ہوگی اگر میر کے رونے کو اتو کا چلانا کہوں، لیکن اس آواز سے مختلف بھی نہیں۔"

(۴) ڈاروِن کے بال و پر نوچ لیجئے، فرائڈ کی آنکھیں نکال لیجئے، مارکس کی ناک کاٹ لیجئے اور رووان ہرو (؟) کے ہاتھ کتر لیجئے تاکہ وہ اشاروں اور کنایوں میں باتیں کرنا چھوڑ دیں۔"

(۵) ہمارے ادب میں جتنی گھناؤنی، جتنی پیچیدہ اور جتنی پر فریب شخصیت غالب کی ہے کسی اور کی نہیں۔"

(۶) اگر وہ غالب، لیڈر بن جاتا تو تاریخ ہند اتنے بھیانک دور سے نہ گزرتی۔"

(۷) میرا یہ خیال ہے کہ کلیم الدین احمد کی تنقید نیم وحشی ہے۔ اردو ادب کے جسم پر کوڑھ ہے۔ ان کی حیثیت اس مکھی کی سی ہے جو گھوڑے کو ہل چلانے سے روکتی ہے۔"

(۸) غالب کے تصور حسن و عشق میں شبنم کی پاکیزگی نہیں گندے پانی کی غلاظت ہے۔"

(۹) جگر فانی اور میر سے بہترین شاعر ہے اور غالب سے بہتر۔"
۹ (الف) جگر بس معقول سا شاعر ہے۔"
۹ (ب) جگر نفیست شاعر ہے

(۱۰) شاعر آخر الزماں اقبال کے بعد کوئی شاعر پیدا نہیں ہوگا۔"

اگر آپ کی قوت برداشت جواب نہیں دے گئی ہے تو صرف ایک اقتباس اور دیکھئے فرماتے ہیں: "خود ناول نگار (رسوا) امراؤ جان ادا میں) جگہ جگہ بولتا نظر آتا ہے۔ ایسا ہی جیسے کبھی بمبئی کا تماشہ دکھانے والا بابو گھنگھروؤں کی آواز کے ساتھ ساتھ کہتا جاتا ہے۔ بمبئی کا تماشہ دیکھو! جھانسی کی لڑائی دیکھو! ہندیا کی لڑائی دیکھو!!!"

یہ جملے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر بقول خود "ایک نوجوان نقاد" کی کتاب سے نقل کئے گئے ہیں جن کا خیال ہے کہ تحریر و تنقید میں پاکیزگی پیدا کرنا ضروری ہے (ص ۸) اور اسی "ایقان" کے پیش نظر اس نے آگے قدم بڑھایا ہے۔ مضبوط اور مستحکم قدم!!

حیران ہوں کہ اسے تنقید کہوں یا تنقید کے نام پر تفریح طبع کا سامان۔ بہر حال مجھے اپنی بدمذاقی کا اعتراف ہے کہ اس تنقید یا سامان تفریح کی متحمل میری طبیعت نہیں ہو سکتی۔ پوری کتاب میں جا بجا غلط جملے، مغربی ادیبوں کے بگاڑے ہوئے نام، اغلاط محاورے اور الفاظ ملتے ہیں اور لفظوں سے جھانکتا ہوا شعور، عدم توازن ہی نہیں ذہنی اختلال کا بھی پتہ دیتا ہے۔ تنقید کے نام پر کوئی کچھ لکھے ہم کیا کر سکتے ہیں؟ عبرت کا مقام یہ ہے کہ اس مجموعے کے مصنف ایک کالج میں اردو کے استاد بھی ہیں۔

کار طفلاں تمام خواہد شد!"

تنقیدی مضامین سے اس مجموعے کی قیمت تین روپئے پچاس پیسے ہے۔

●

کتاب: صبوحی (مجموعۂ کلام)
مصنف: مہر چند کوثر
ناشران: انجمن ترقی اردو، برنالہ؛ پنجاب اردو اکیڈمی، چنڈی گڑھ۔

کوثر صاحب کے اس مجموعے میں ابتدائیہ، تعارف، ایک تاثر، ارشادات عالیہ، مکتوبات گرامی اور شکریہ کے بعد غزلیں ہیں، نظمیں ہیں اور متفرق اشعار۔ نظمیں بہت معمولی ہیں۔ البتہ غزلوں میں خال خال اچھے اشعار مل جاتے ہیں۔ ان کی غزلوں کا مجموعی تاثر انتہائی فرسودہ اور پامال مضامین کا ہے لیکن زبان و بیان کے انداز میں خوش سلیقگی کے باعث یہ غزلیں طبیعت پر گراں نہیں گزرتیں۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

تم نکلے ہی تری پہچان گئے — تیرے دیوانے تجھے ہشیار بہت
اس درجہ حسین تم کو سمجھا نہ زمانہ — ہوتا نہ اگر ساتھ مرا حسن نظر بھی
لذت انتظار ہا ہوں انہیں چھیڑ چھیڑ کر — کتنا خلوص ہوتا ہے ان کے عتاب میں

اس مجموعے کی قیمت بھی تین روپے پچاس پیسے ہے۔

●

کتاب : شگفت و شنید
مصنف: ظفر ادیب
ناشر: نفر اردو، اردو بازار، دہلی ۶

تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ موضوعات تحقیق، تنقید، ناول، شاعری اور افسانہ۔ مضامین کا انداز شخصی خاکوں اور تنقیدی تجزیوں کا آمیزہ ہے۔ صفحات کے غیر محتاط استعمال اور لفظوں کی فیاضی نے فکر و نظر کی فضا کو بہت دھندلا کر دیا ہے۔ جہاں کہیں مطالعے پر دور از کار یادوں کی یلغار نہیں ہوتی مضامین کے وہ حصے سنجیدہ اور بامعنی تنقید کے زمرے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ طلبہ کے لئے کتاب دلچسپ ہے۔ قیمت: چھ روپئے جو بہت زیادہ ہے۔

———

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ معہ پرنٹر و پبلشر سید بنیاد علی نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھپوایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا